زندگی

نیکی اور بدی کی جنگ ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ترتیب وتدوین
ضیاء نیر، نعیم انور نعمانی

منہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 3-5169111

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 7237695

www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

جملہ حقوق بحق تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	زندگی نیکی اور بدی کی جنگ ہے
مصنف	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
ترتیب و تدوین	:	ضیاء نیر، نعیم انور نعمانی
زیرِ اہتمام	:	فریدِ ملّت ؒ ریسرچ اِنسٹیٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اشاعت اول	:	فروری 1994ء (2000)
اشاعت دوم	:	ستمبر 1995ء (1100)
اشاعت سوم	:	مارچ 2001ء (1100)
اشاعت چہارم	:	اپریل 2004ء (1100)
اشاعت پنجم	:	جون 2005ء (1100)
اشاعت ششم	:	جون 2006ء (1100)
اشاعت ہفتم	:	فروری 2009ء
تعداد	:	1100
قیمت	:	-/34 روپے

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصانیف اور ریکارڈڈ خطبات و لیکچرز کی کیسٹس اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے تحریکِ منہاجُ القرآن کے لیے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

fmri@research.com.pk

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ
وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمْ

گورنمنٹ آف پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔۱) ۸۰/۱-۴ پی آئی وی، مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء، گورنمنٹ آف بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸-۴-۲۰ جنرل وایم ۴/۰۷-۹۷-۳/۷، مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء شمال مغربی سرحدی صوبہ حکومت کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷ این۔۱/اے ڈی (لائبریری)، مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء اور آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر مظفر آباد کی چٹھی نمبر س ت/انتظامیہ ۹۲/۸۰۶۱-۶۳، مورخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف کردہ کتب ان صوبوں کے تمام کالجز اور سکولوں کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

فہرست

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۲	پیش لفظ	۱
۱۰	نظام کائنات دونوں پہلوؤں سے عبارت ہے	۲
۱۰	بعثت انبیاء کا مقصد	۳
۱۱	نفسِ انسانی اور قرآن مجید	۴
۱۳	دو راستوں کی نشاندہی	۵
۱۴	فرشتوں کا کہا کچھ اتنا غلط تو نہ تھا مگر......	۶
۱۶	خلافت الٰہیہ کا معیار محض عبادت اور تسبیح نہیں	۷
۱۸	راندۂ درگاہ شیطان کا باری تعالیٰ کو چیلنج	۸
۲۱	کامیابی کے لئے دین میں استقامت شرط ہے	۹
۲۲	دین کے خلاف ایک منظّم گھناؤنی سازش	۱۰
۲۳	تحریک کے متعلق ابلیسی قوتوں کی بدگمانیاں	۱۱
۲۵	عشق اور عقل کا موازنہ	۱۲
۲۶	فروغ نیکی کی تحریک	۱۳

پیش لفظ

تخلیق انسان کے ساتھ ہی خیر وشر کا نظام بھی معرض وجود میں آیا۔ نفس نسانی کو بنیادی طور پر نیکی کا شعور بھی ودیعت کر دیا گیا ہے اور بدی کا فہم بھی، جس سے اس میں نیکی کو پرکھنے کی صلاحیت بھی ہے اور بدی کو سمجھنے کی بھی، ان دونوں کے مابین یہ واضح امتیاز کر سکتا ہے، اسی حقیقت کو قرآن حکیم یوں بیان کرتا ہے:

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَاO (الشّمس ۹۱:۸)	پھر اس کو اپنی بدکاری (سے بچنے) اور پرہیزگاری (اختیار کرنے) کی سمجھ عطا کی۔

یہ دنیا ایک امتحان گاہ کی حیثیت رکھتی ہے اس میں ادا کیے جانے والے افعال و اعمال سے ایمان کو تحفظ وسلامتی بھی مل سکتی ہے اور تباہی وہلاکت بھی، انسان کو اعمال صالحہ اور سیۂ دونوں کے کرنے کا اختیار وقدرت عطا کر دی گئی ہے مگر شومیٔ قسمت بدی کی قوتیں نیکی کی راہ میں رکاوٹ بن کر لوگوں کو اپنی طرف زیادہ راغب ومتوجہ کر رہی ہیں، بدی، قتل و غارت گری، آبروریزی، عصمت دری، اغوا، ڈکیتی اور بدامنی کی صورت میں پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ جبکہ نیکی کی راہ پر چلنے والوں کو طعن وتشنیع، استہزاء و مذاق کا نشانہ بنا کر ان کے حوصلے پست کرنے کی ناکام سعی وکاوش جاری ہے، نیکی کو ہم اس وقت تک روا رکھتے ہیں جب تک وہ ہمارے مفادات کے لئے خطرہ وچیلنج نہ بنے۔

گویا ہم نے نیکی وبدی کے مابین سمجھوتہ کر لیا ہے ایسے افراد بھی ہم میں ہیں جو بدی کی قوتوں کے ہر جگہ آلہ کار بنے ہوئے ہیں اور دوسری طرف نیکی کے فروغ وترویج کے

خواہاں بھی' ایک طرف مساجد و مدارس' مذہبی و روحانی اجتماعات آباد کر رہے ہیں تو دوسری طرف چوری' ڈاکہ زنی' بدکاری' شراب نوشی میں سبقت لئے ہوئے' یہ خیر و شر کی کشمکش انسان کے اندر بھی ہے اور باہر بھی' نجی زندگی میں بھی ہے اور اجتماعی زندگی میں بھی' حتی کہ عالمی سطح پر بھی نیکی و بدی کی قوتیں باہم برسرپیکار ہیں' ہر کوئی دوسری قوت کو مغلوب و مرعوب کرنے اور خود کو غالب کرنے کے نشے میں مخمور ہے۔

اللہ رب العزت کی طرف سے عالم انسانیت کو تاقیام قیامت قرآن کی صورت میں میسر آنے والی ابدی رشد و ہدایت کے مطابق نیکی ہی فوز و فلاح تک رسائی پانے والی ہے' جبکہ بدی ہر لحہ خسارے اور نقصان میں ہے۔ سورۃ العصر میں واضح ارشاد ہے کہ بدی کی قوتیں سراسر خسارے و گھاٹے میں جارہی ہیں' فلاح و دوام' نیکی کو فروغ و ترویج دینے والی اور اس سے متعلق و متمسک رہنے اور عملاً اسے معاشرے میں بپا کرنے والی قوتوں کو ہے۔

زیر نظر کتاب مفکر اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے ایک خطاب کا مجموعہ ہے جس میں انسان کو زندگی میں خیر و شر کی کشمکش سے کامیابی کے ساتھ گزرنے کا راستہ بھی بتا دیا گیا ہے اور منزل تک رسائی کا ذریعہ بھی' وسوسہ اندازیوں میں الجھے بغیر آگے بڑھتے رہنے کا پیغام و طریقہ بھی' یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم سے ہر کوئی نیکی داعی و مبلغ بن جائے۔ قارئین کرام کسی مقام پر فکری و لفظی خامی ملاحظہ کریں تو تعمیری اصلاح کرتے ہوئے اپنی گراں قدر آراء سے نوازیں۔

اللہ تبارک و تعالی ہمیں نیکی کے نظام کو عملاً معاشرے میں بپا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

نعیم انور نعمانی

یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے جہاں انسان کو اچھے اور برے کام کرنے کے یکساں مواقع فراہم کئے گئے ہیں۔ امتحان میں کامیابی اور ناکامی دونوں کے امکانات مضمر ہوتے ہیں اور امتحان گاہ کا مقصود و مطلوب یہ ہے کہ اس میں دو طرح کے ماحول' اچھائی کا ماحول اور برائی کا ماحول مہیا کر کے پھر پرکھا جائے کہ کون کامیاب نکلتا ہے۔ اچھائی کے ماحول میں نیکی کو فروغ پانے کا موقع ملتا ہے اور برائی کے ماحول میں بدی کے پھیلنے کے امکانات پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو ان معنوں میں امتحان گاہ بنایا ہے کہ اس میں ہمیشہ ہر سطح پر نیکی اور بدی کی جنگ اور کشمکش جاری رہتی ہے۔ نیکی و بدی کی اس جنگ میں جو اس عرصہ حیات میں نیکی کے ساتھ اترا وہ کامیاب و کامران ہو گیا اور جس پر بدی غالب ہو گئی ناکام و بے مراد ہوا۔

انسانیت کی نسلوں کو امتحان میں کامیابی سے گزارنے کے لئے یکے بعد دیگرے انبیاء کرام علیھم السلام کو مبعوث فرمایا گیا، یہاں تک کہ یہ سلسلہ خاتم النبین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سعیدہ کے ساتھ ختم ہو گیا۔ اب چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام اور صالحین کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں مقرر فرمایا تا کہ ان کے ذریعے نیکی کو فروغ ملتا رہے اور اس امتحان گاہ عالم میں صرف نیک لوگ ہی کامیاب و کامران ہوتے رہیں۔

نظام کائنات دونوں پہلوؤں سے عبارت ہے

نیکی اور بدی انسانی زندگی کے دو ایسے پہلو ہیں جو بطور نظام اس کائنات میں ہر جگہ رکھ دیئے گئے ہیں چنانچہ اس امر کا کوئی امکان نہیں کہ دنیا میں کوئی ایسا مقام ہو جہاں بدی ہی بدی ہو اور نیکی کرنے کا کسی کو خیال تک نہ آتا ہو نہ یہ کہ صرف نیکی ہی کا ہر جگہ عمل دخل ہو اور بدی پر عمل کرنے والا کوئی نہ ہو۔ دوسرے لفظوں میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں فقط نیکی ہی پائی جائے اور بدی کا امکان تک نہ رہے کیونکہ اس صورت میں کسی جدوجہد کی ضرورت نہ ہوگی اور ایسا ماحول امتحان گاہ قرار نہیں پائے گا۔ چنانچہ ملائکہ کو کسی امتحان میں نہیں ڈالا گیا اور ان کے حساب و کتاب کا کوئی تصور نہیں ہے۔ انہیں وہ احوال و مسائل درپیش ہی نہیں جو انسانوں کا طرہ امتیاز ہیں۔ جس ماحول میں انہیں رکھا گیا ہے اس میں نور ہی نور ہے' صالحیت اور عبادت گزاری ہے' گناہ و بدی کے ارتکاب کی ان میں صلاحیت ہی نہیں اور گناہ کا کوئی عمل نہ ہونے کے نتیجے میں ان سے حساب و کتاب بھی نہ ہوگا۔

بعثت انبیاء کا مقصد

حساب و کتاب فقط انسانوں اور جنوں سے ہوگا، اس لئے انہیں نیکی اور بدی کی صلاحیت عطا کی گئی ہے۔ اس ضمن میں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو انسانوں میں مبعوث کیا گیا فرشتوں میں نہیں، کیونکہ اصلاح صرف انسانوں کی مطلوب ہے فرشتوں کی نہیں' وہ تو اس سے مطلقاً ماوراء ہیں۔ فرشتوں کو تو حضور اکرم ﷺ سے فیض مطلوب تھا جو انہیں مل رہا ہے اور ملتا رہے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ہر صبح و شام ستر ستر ہزار فرشتے بارگاہ سرور دو عالم ﷺ سے اکتساب فیض کرتے ہیں اور یہ سلسلہ ابدالآباد تک جاری رہے گا۔ فرشتوں کو اصلاح کی اس لئے ضرورت نہیں کہ ان کی دنیا میں نیکی اور بدی کا ماحول ہی نہیں ہے، چونکہ خالق ارض و سما کو انسانوں کی اصلاح مقصود تھی' ان کے درمیان وقتاً فوقتاً

انبیاء کرام علیہم السلام کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا جاتا رہا۔ قرآن مجید میں حسب ارشاد ربانی اس کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا۔ (البقرة ۲:۱۵۱)	اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے۔

آیت کریمہ میں منکم کا لفظ قابل توجہ ہے۔ ارشاد ہوا کہ یہ برگزیدہ رسول ﷺ تمہی میں سے مبعوث ہوا۔ اس لئے کہ تمہاری اصلاح مقصود تھی۔ اگر کسی اور قوم، جنس کے فرد کو اس منصب پر فائز کر دیا جاتا اور وہ کہتا کہ تم پر میرے اسوہ اور میری سیرت پر عمل کرنا لازم ہے تو تم کہتے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو تم کہہ رہے ہو اس پر عمل کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ اس لئے کہ تم تو ہماری جنس اور ہماری قوم سے نہیں ہو۔ اس لئے فرمایا کہ اس رسول کو تم میں سے مبعوث فرمایا گیا اور وہ اسی ماحول میں رہنے والا ہے جس میں تم رہتے ہو۔ ماحول کی یہ مطابقت اس لئے ضروری تھی کہ وہ اپنی حیات مبارکہ کو نمونہ بنا کر تمہارے سامنے پیش کرے تاکہ تمہاری اصلاح ہو سکے۔

اس سے جملہ نوع انسان کو باور کرانا مقصود ہے کہ اس رزم گاہ حیات میں نیکی و بدی اور خیر و شر کی جنگ ہو رہی ہے۔ یہ جنگ نفس انسانی کے اندر بھی ہے اور باہر بھی، نجی زندگی میں بھی ہے اور اجتماعی زندگی میں بھی، حتی کہ کائنات انسانی میں عالمی پیمانے پر نیکی اور بدی کی قوتیں ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں۔ ہر سطح پر دونوں کے درمیان تصادم و آویزش کا سلسلہ برابر جاری و ساری ہے۔

نفسِ انسانی اور قرآن مجید

خالق کائنات نے ہر انسان کے اندر ایک نفس رکھ دیا ہے۔ اس نفس میں نیکی کا

شعور بھی ودیعت کر دیا گیا ہے اور بدی کا شعور بھی، جس سے اس میں نیکی کو سمجھنے کی صلاحیت بھی ہے اور بدی کو سمجھنے کی بھی۔ گویا نفس میں یہ دونوں استعدادیں موجود ہیں اور وہ نیکی اور بدی میں بخوبی امتیاز بھی کر سکتا ہے اور اس میں یہ صلاحیت بھی موجود ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھا کر درجہ کمال تک پہنچا دے۔ قرآن مجید میں اس سے متعلقہ ارشاد ربانی اس طرح ہے:

فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَ تَقْوٰھَاO (الشّمس، ۹۱:۸)

پھر اس کو اپنی بدکاری (سے بچنے) اور پرہیزگاری (اختیار کرنے) کی سمجھ عطا کی۔

نفس کے اندر نیکی اور بدی کا شعور ودیعت کر دینا یہ معنی رکھتا ہے کہ نفس انسانی خواہ کسی کافر کا ہو یا مومن کا اسے اس امر کا اختیار ہے کہ وہ چاہے تو نیکی کو اپنا لے یا بدی کو اپنے اوپر غالب کرے۔ نفس کو جب تک قبول اسلام کی سعادت حاصل نہ ہو، وہ کافر کا نفس ہے مگر کلمہ پڑھتے ہی اس کی ماہیت بدل جاتی ہے اور وہ ایسے انسان کا نفس بن جاتا ہے جو نیکی کی راہ میں بڑھتے بڑھتے اور ترقی کی راہ پر چلتے چلتے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے مگر جو کلمہ پڑھنے اور ایمان لانے کی سعادت سے محروم رہا وہ تباہی و ہلاکت کے گڑھے میں گر کر مقام اسفل پر چلا جاتا ہے۔ اتنی بلندی اور اتنی پستی! ایک کا وہ مقام کہ فرشتے بھی رشک کریں اور دوسرے کی بدبختی اور شقاوت کا یہ عالم کہ شیطان سے بڑھ جائے۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے باب میں یوں ارشاد فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ O ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَO (التین، ۹۵:۴۔۵)

بلاشبہ ہم نے انسان کو بہترین تناسب (و اعتدال) پر بنایا ہے، پھر ہم نے اسے پست ترین حالت میں ڈال دیا۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ ہم نے انسان کو بہترین فطرت پر اور بہترین صورت میں پیدا فرمایا اور اس کے وجود کو خلقی صلاحیت کا ایسا با کمال اور شاندار مرقع بنایا کہ کسی اور میں یہ حسن و جمال اور رعنائی و کمال کو پیدا نہ کیا۔ انسان فطرت کے بہترین اصول تخلیق پر پیدا کیا گیا ہے لیکن اس کا دوسرا روپ یہ ہے کہ وہ بدی اور نافرمانی کی دلدل میں اترا تو ذلت و رسوائی کی اتھاہ گہرائی اور پستی میں چلا گیا۔ ایک یہ راہ ہے اور دوسری راہ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے مصداق ان لوگوں کی ہے جو نیکی، ایمان راسخ اور اعمال صالحہ سے لیس ہو کر محنت سے فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ کے بلند و ارفع مقام پر پہنچ جائیں اور ان کا اجر کبھی ختم نہ ہونے والا ہو۔

اس سے پتہ چلا کہ انسان کی تخلیق اس نہج پر ہوئی ہے کہ بدی کی راہ پر چلے تو پستی کی انتہا پر پہنچ جائے اور فرعون و ہامان، نمرود و شداد اور یزید کا روپ دھار لے، نیکی کی روش پر گامزن ہو تو حضرات انبیاء میں موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام و مصطفیٰ علیہم الصلوۃ والسلام، صلحاء میں ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیا میں داتا گنج بخش، بابا فرید گنج شکر اور غوث الاعظم رحمہم اللہ تعالی کی صورت میں جریدۂ عالم پر دوام حاصل کرے:

موسیٰ و فرعون و شبیرؓ و یزید

ایں دو قوت از حیات آمد پدید

دو راستوں کی نشاندہی

عرصہ زیست کے راہرو کے لئے دو راہیں کھول دی گئیں اور اللہ تعالی نے اسے دو راستے عطا کر دیئے، جیسا کہ درج ذیل آیہ کریمہ میں ان کا ذکر کیا گیا ہے:

وَهَدَيۡنٰهُ النَّجۡدَيۡنِ۔ اور ہم نے تو اسے دونوں راہیں دکھا دیں۔ (البلد، ۹۰:۱۰)

یہ دونوں راہیں جو انسان کو دکھا دی گئی ہیں، نیکی اور بدی کی راہیں ہیں۔ اب جبکہ ان دونوں راستوں کی نشاندہی کر دی گئی ہے' سوال یہ ہے کہ وہ کس راستے پر چلتا ہے اور کہاں تک چلتا ہے کہ ہماری طرف سے اس کی کوئی حد نہیں اور نہ ہی کوئی رکاوٹ اس کی راہ میں حائل ہے۔

جب دنیا کے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا مرحلہ درپیش تھا اور اللہ رب العزت نے اپنے اس ارادے کے بارے میں فرشتوں کو مطلع کیا، جیسا کہ درج ذیل آیہ مبارکہ میں مذکور ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً۔ (البقرۃ' ۲:۳۰)

اور (وہ وقت یاد کریں) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

فرشتوں کے لئے یہ ایک معمہ تھا وہ بے ساختہ پکار اٹھے:

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ۔ (البقرۃ' ۲:۳۰)

انہوں نے عرض کیا، کیا تو زمین میں کسی ایسے شخص کو (نائب) بنائے گا جو اس میں فساد انگیزی کرے گا اور خون ریزی کرے گا۔

وہ یہ تو سمجھ گئے کہ انسان کو روئے زمین پر اللہ کا نائب اور خلیفہ بنایا جا رہا ہے لیکن اس کی خلقت کے اجزائے ترکیبی کے پیش نظر انہوں نے اپنے ان خدشات کا اظہار کر دیا کہ اے اللہ جسے تو اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہے وہ فساد انگیزی اور قتل و خون ریزی کرے گا۔

فرشتوں کا کہا کچھ اتنا غلط تو نہ تھا مگر......

فرشتوں نے انسان کی خلقت کے باب میں جو کہا تھا اس کے کئی پہلو ہیں۔ ایک

رخ تو یہ ہے کہ انہوں نے کوئی غلط بات نہیں کی تھی اگر وہ کوئی غلط بات کرتے تو اللہ رب العزت انہیں رد کر دیتے کہ نہیں تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ غلط اور خلاف حقیقت بات ہے۔ یہ نہیں کہا اس لئے کہ انہوں نے جتنی بات کی تھی وہ سچ تھی البتہ اس کے علاوہ بھی بات تھی جس کی انہیں خبر نہ تھی۔

ضمناً اس بات کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا کہ آج ملک کے اندر جو صورتحال ہے اور پوری دنیا میں جو حالات رونما ہو رہے ہیں وہ قتل و غارت گری، لوٹ مار، اغواء، ڈکیتی اور بدامنی کی بدترین مثالیں ہیں۔ دجل و فریب، جھوٹ، رشوت اور بد دیانتی پر مبنی استحصالی نظام نے زندگی کو جہنم بنا کے رکھ دیا ہے۔ دن دیہاڑے عزتیں نیلام ہو رہی ہیں اور عصمتیں لٹ رہی ہیں۔ انسانوں کی بستی میں بربریت اور حیوانیت کا راج ہے۔ یوں دکھائی دے رہا ہے جیسے ہر طرف درندے چیر پھاڑ کر رہے ہوں۔ فرشتوں کی بات درست تھی اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ انسان کے اندر جو نفس ہے اس میں دونوں صلاحیتیں رکھ دی گئی ہیں۔ وہ اس کی طبعی سرشت دیکھ کر بھانپ گئے تھے کہ وہ ایسی ایسی حرکتوں کا ارتکاب کرے گا اور اس سے اس طرح کے کام سرزد ہوں گے کہ شرافت سر پیٹنے لگے گی۔ اس لئے انہوں نے اپنے خدشات کا اظہار کر دیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا:

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَ نُقَدِّسُ لَکَ۔	حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور (ہمہ وقت) پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔

(البقرۃ، ۲:۳۰)

ان کا یہ کہنا گویا یہ مطلب رکھتا تھا کہ بار الٰہ یہ خلافت و نیابت ہمیں عطا فرمائی ہوتی کہ ہم ہر وقت تیری تسبیح و تہلیل اور ذکر میں مصروف رہتے ہیں اور تیرے نام کا وظیفہ جپنا ہمارا معمول ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی اس بات کو بھی رد نہیں فرمایا اور یہ نہیں کہا کہ تم غلط کہہ رہے ہو کہ تم ہر وقت تسبیح اور میری عبادت میں مشغول رہتے ہو مگر بایں ہمہ تمہیں یہ

بات بھی دھیان میں رکھنی چاہیے کہ:

اِنِّی اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ O (اللہ نے) فرمایا میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ (البقرۃ‘۲:۳۰)

یعنی بات ساری یہ نہیں ہے جو تم کہہ رہے ہو، بلکہ کچھ اور بھی ہے جسے میں جانتا ہوں اور تم نہیں جانتے۔ وہ بات کیا تھی جس کا بعد میں فرشتوں نے اقرار کرلیا؟ اس کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ سے ہوا ہے:

قَالُوْا سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ O (البقرۃ‘۲:۳۲)

فرشتوں نے عرض کیا تری ذات (ہر نقص سے) پاک ہے ہمیں کچھ علم نہیں مگر اس قدر جو تو نے ہمیں سکھایا ہے بیشک تو ہی (سب کچھ) جاننے والا حکمت والا ہے۔

فرشتوں نے اپنی کم علمی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ مولا! ہمارا مبلغ علم اتنا ہی تھا جتنا تو نے عطا کر رکھا ہے اس سے زیادہ ہم نہیں جانتے تھے لیکن اب جبکہ تو نے بتا دیا تھا ہم اب وہ باتیں بھی جان گئے ہیں جو ابھی تک صیغہ راز میں تھیں۔

خلافت الٰہیہ کا معیار محض عبادت اور تسبیح نہیں

مندرجہ بالا گفتگو سے یہ معلوم ہوا کہ خدائے خبیر و علیم نے اپنی خلافت و نیابت کا معیار نری عبادت، تسبیح و تہلیل اور ہمہ وقت ذکر و اذکار میں مشغول رہنے کو نہیں بنایا اور اس بنا پر انہیں خلیفہ بنائے جانے کے قابل نہیں سمجھا۔ انہیں جتلا دیا گیا کہ اس میں تمہارا اپنا کمال کیا ہے؟ اس لئے کہ بجز عبادت کے تم فرشتوں میں کچھ اور کرنے کی طاقت ہی نہیں۔ تمہاری تخلیق اس طرز پر ہوئی ہے کہ سوائے عبادت کرنے کے تمہارے اندر اور کوئی

صلاحیت نہیں ہے۔

اس کی مثال یوں ہے کہ جو چیز جس کام کے لئے بنائی گئی ہے، وہ وہی وظیفہ ادا کرے گی جیسے آنکھیں دیکھنے کو' کان سننے کو اور ہاتھ پاؤں گرفت کرنے اور چلنے کے لئے بنائے گئے۔ اب اگر کان آنکھوں کو چیلنج کرنے لگیں کہ ہم اتنا کچھ سنتے ہیں تم بھی ایک بار سن کر دکھلاؤ۔ آنکھیں پاؤں سے کہیں کہ ہم اپنا کام بند کرتی ہیں تم بھی ایک بار دیکھو۔

آپ ہی بتائیں اس میں کانوں کا کیا کمال ہے کہ انہیں تو بنایا ہی سننے کے لئے ہے۔ اسی طرح آنکھوں کا اپنا اور کیا کمال ہے کہ وہ تو دیکھنے کے لئے ہی بنائی گئی ہیں۔ اس کے سوا انہیں اور کیا آتا ہے؟ اسی تمثیل پر ملائکہ کو نیابت کے قابل نہ بنایا گیا کہ وہ پیکر ان عبادت تسبیح و تقدیس کے علاوہ اور کسی بات کی اپنے اندر صلاحیت ہی نہیں رکھتے تھے۔ ان کی دنیا میں نیکی اور بدی کے درمیان کوئی مقابلہ ہی نہ تھا وہ تو اس میدان کے مرد ہی نہ تھے۔

خلیفہ بننے کا مستحق اس انسان کو سمجھا گیا جس کی سرشت میں بدی' گناہ' ظلم و نافرمانی اور قتل و غارت گری تھی مگر پھر بھی وہ نیکی' رحمت اور تقویٰ اختیار کرے اور اس کا وجود زندگی کی اس امتحان گاہ میں جہاں نیکی اور بدی کی قوتوں میں جنگ ہو رہی ہے' سراپا خیر بن جائے۔ فرشتوں کی نظر پیکر بشریت کے خمیر اور اس کے اندر رکھی گئی سرشت پر تھی اور وہ اس باطنی استعداد و صلاحیت سے جو اسے ودیعت کی گئی تھی بے خبر تھے، مگر بتانے پر وہ اس راز سے آگاہ ہو گئے کہ سرشت کے اعتبار سے چاہے وہ اس لائق نہ ہو مگر عمل کے اعتبار سے اور امتحان میں کامیابی حاصل کرنے سے ہی نیابت و خلافت الٰہیہ کا لائق و سزاوار ہے۔ اس کی باطنی پوشیدہ صلاحیتوں کا دارومدار اس جدوجہد اور عمل پر ہے جس سے وہ امتحان زندگی میں سرخرو ہو کر کامیابی کی منزلیں طے کرتا ہے' بقول اقبالؒ:

عمل سے زندگی بنتی ہے، جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اس دنیا میں سفارش اور ناجائز ذرائع استعمال کر کے آپ امتحان میں کامیابی کی ڈگری تو حاصل کر سکتے ہیں' ہمارے نظام میں ایسا ممکن ہے مگر اللہ کے ہاں رائج نظام میں ڈگری اسی کو ملے گی جو نیکی اور بدی کی اس امتحان گاہ میں کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہو گا۔

راندۂ درگاہ شیطان کا باری تعالیٰ کو چیلنج

دنیا کی امتحان گاہ میں تو دو طرح کا ماحول رکھ دیا گیا ہے اور یہ انسان کے اختیار میں ہے کہ وہ کون سے ماحول کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگ کر کامیابی یا ناکامی سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ قدسیان فلک کے ہاں ایک ہی قسم کا ماحول تھا جو نور، صالحیت اور عبادت گزاری سے لبریز تھا مگر جب نوریوں کے سردار عزازیل نے تکبر سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو اسے شیطان بنا کر راندۂ درگاہ ایزدی کر دیا گیا:

تکبر عزازیل را خوار کرد
بہ زندان لعنت گرفتار کرد

جب اللہ رب العزت نے شیطان سے فرمایا کہ مردود ہو کر میری بارگاہ سے نکل جاؤ تو اس نے خود نمائی اور رعونت سے یہ چیلنج دیا:

قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ۝

(شیطان) بولا تیری عزت کی قسم میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا سوائے ان میں سے تیرے مخلص بندوں کے۔

(ص' ۳۸: ۸۲-۸۳)

شیطان نے کہا کہ اے اللہ ٹھیک ہے تو نے مجھے اپنی بارگاہ سے دھتکار کر نکال دیا ہے مگر تیری عزت کی قسم میں تیرے بندوں کو ہر ممکن طریقے سے بہکانے اور گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ چیلنج قبول فرمایا اور اسے مطلوبہ مہلت دیتے ہوئے فرمایا کہ تجھ سے جو ہو سکتا ہے کر گزر اور تمہاری ساری ذریت اور قبیلے کے لوگ بھی مل کر جو چاہے کر لیں، تمہیں اس سلسلے میں طاقت اور اختیار بھی دے دیا گیا ہے۔

قرآن مجید نے اس ضمن میں کہا:

اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ۔

بیشک وہ (خود) اور اس کا قبیلہ تمہیں (ایسی ایسی جگہوں سے) دیکھتا (رہتا) ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ (الاعراف، ۷:۲۷)

شیطانی قبیلے کے لوگ انسانوں میں سے بھی ہیں اور جنوں سے بھی، قرآن کے اعلان کے مطابق یہ شیاطین الجن والانس ہیں جن کا مشن اللہ کی مخلوق کو بہلانے پھسلانے، بھٹکانے اور راہ حق سے گمراہ کرنے کا ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ یہ شیاطین الجن والانس دلوں میں وسوسے ڈالتے اور دیگر پریشانیوں میں مبتلا کرنے کا کام کرتے ہیں۔ ان کا سردار ابلیس اور اس قبیلے کے تمام افراد تمہیں دیکھتے ہیں اور وہ دیکھنا اس طرح کا ہے کہ تم تو انہیں نظر آتے ہو مگر شیطان کے روپ میں ان کی شکل تمہیں نظر نہیں آتی۔

یوں ہو سکتا ہے کہ تم انسان سمجھ کر ان کے پیچھے لگ جاؤ اور وہ تمہیں میں بھلے لگیں لیکن ان کی پیروی تمہاری تباہی کا باعث بن جائے چونکہ انہیں حضور ﷺ کی امت اور جملہ مخلوق کو گمراہ کرنے کا اذن ملا ہوا ہے، وہ مسلسل تاک میں لگے ہوئے ہیں چنانچہ ابلیس مع اپنے قبیلے اور لاؤ لشکر کے لوگوں کو گمراہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں وہ لوگوں کے دلوں میں اترتے ہیں، نفس میں وسوسے ڈال کر بہکاتے ہیں اور ذہنوں میں بدی اور انتشار کے جراثیم بونے کے لئے ہمہ تن کوشاں رہتے ہیں۔ قران حکیم میں شیطان کے ممکنہ حملوں کی تفصیل بتاتے ہوئے اس سے یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ میں لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کبھی ان کے آگے سے آؤں گا اور کبھی پیچھے سے، کبھی ان کے دائیں سے آؤں گا اور کبھی بائیں

سے۔ میں ان کے دلوں میں عجیب عجیب وسوسے، امنگیں اور تمنائیں پیدا کروں گا۔ وہ اپنی جھوٹی آرزوؤں اور تمناؤں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ میں ان کے خیالات و تصورات اور برے اعمال کو خوبصورت شکل میں پیش کروں گا۔ وہ برے اعمال ان کو بھلے کر کے دکھاؤں گا۔ شیطان نے قسم کھا کر کہا تھا کہ مولا میں تیرے بندوں کو ضرور گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔

قرآن مجید نے ایک اور مقام پر یہ بیان کرتے ہوئے کہ شیطان کن کن لوگوں پر اترتے ہیں یوں ارشاد فرمایا ہے:

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِيْنُ۔ — کیا میں تم کو بتا دوں کہ شیطان کن پر اترتے ہیں۔

(الشعراء ۲۶: ۲۲۱)

ایسے لوگ جو شیطانوں کو آماجگاہ ہوتے ہیں۔ ان کی نشان دہی ان الفاظ میں کی گئی ہے:

تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ○ — وہ (شیاطین) ہر جھوٹے گنہگار پر اترا کرتے ہیں۔

(الشعراء ۲۶: ۲۲۲)

یہی وہ لوگ ہیں جو جھوٹے، گنہگار اور بدکردار ہیں اور ان کے من معصیت اور گناہ کے کاموں سے آلودہ ہونے کے باعث شیطانوں کے حملوں کا آسانی سے شکار ہو جاتے ہیں۔

اس سے پتہ چلا کہ ہر جھوٹ بولنے والے اور گناہ کرنے والے لوگوں پر شیطان اترتے ہیں جو سنی سنائی باتوں کو اچک کر لوگوں کے دلوں اور ذہنوں میں القا کر دیتے ہیں، وہ یہ بات سن کر سمجھتے ہیں کہ یہ بات ہمارے دلوں میں از خود آ گئی ہے۔ وہ اسے اپنا مشاہدہ اور اپنا خیال سمجھنے لگتے ہیں اور ان کی یہ سوچ نیک نیتی پر مبنی ہوتی ہے۔

کامیابی کے لئے دین میں استقامت شرط ہے

ایک طرف شیطان کے پیدا کئے ہوئے وسوسے، جھوٹی آرزوئیں اور تمنائیں انسان کو برباد کرتی ہیں تو دوسری طرف شیطان براہ راست بندوں کے دلوں میں اتر کرانہیں گمراہ کرتے رہتے ہیں، لیکن جو اولیاء اللہ یعنی اللہ کے دوست اور ولی ہوتے ہیں ان پر شیطانی حملے کارگر نہیں ہوتے۔ انہیں ملائکہ خوشخبریاں اور بشارتیں دیتے ہیں اور نیکی کی راہ پر استقامت سے گامزن رہنے پر آمادہ کرتے رہتے ہیں۔ ان بندگان حق کے بارے میں قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ O (فصلت ۴۱:۳۵)	بیشک جن لوگوں نے اقرار کیا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر (اس پر) قائم رہے تو ان پر فرشتے اترتے ہیں جو ان سے کہتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور غم نہ کھاؤ اور تم جنت کی خوشخبری سنو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لانے کے بعد ہر حال میں ثابت قدم رہتے ہیں اور شیطان کے تمام حربوں اور چالوں کو ناکام بنا کر استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان کی راہ میں چاہے کتنی تکلیفیں، رکاوٹیں اور آزمائشیں کیوں نہ آئیں وہ حق پر ڈٹے رہتے ہیں اور انتہائی نامساعد حالات میں بھی ہمت نہیں ہارتے بلکہ تمام سختیاں، تہمتیں اور اذیتیں خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں اور خواہ سب کچھ لٹ جائے رب سے تعلق جو ایک دفعہ قائم ہو گیا اس میں کمی واقع نہیں ہونے دیتے۔ ان کے پائے استقلال میں کبھی لغزش نہیں آتی اور سر کٹتا ہے تو کٹ جائے مگر ایک دفعہ اللہ کو رب کہنے کے بعد وہ ہزار وسوسوں اور شیطانی

حملوں کے باوجود کبھی متذبذب نہیں ہوتے اور نہ کبھی ان کے قدم راہ حق سے دائیں بائیں ہٹتے یا ڈگمگاتے ہیں بلکہ اپنے مولا سے جو دوستی ہو جاتی ہے اسے ہر حال میں آخر تک نبھاتے ہیں۔

قرآن مجید نے جو یہ فرمایا ہے تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ کہ حق پر استقامت سے ڈٹ جانے والوں کو فرشتے اپنے جلو میں لے لیتے ہیں اس کا ہمارے معاشرے میں جہاں دین اور دنیا کے معاملے میں نوے فیصد لوگ جہالت زدہ ہیں، صحیح ادراک نہیں۔ بالخصوص دین کے معاملے میں ہمارے ہاں جہالت کا تناسب قدرے زیادہ ہے۔ بایں وجہ فرقہ وارانہ فسادات و جھگڑوں نے 'قتل و غارت' بدامنی' بے چینی اور خونریزی کی صورت میں پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ سارا معاشرہ ایک عجیب عذاب میں مبتلا ہے۔ اتحاد و یگانگت کی بجائے نفرت و حقارت کے جذبات فروغ پا رہے ہیں۔ اخوت و بھائی چارے کی بجائے عداوت و دشمنی پروان چڑھ رہی ہے۔ ایک اسلامی فلاحی معاشرہ کا قیام ٹھوس' جامع اور مستند صورت میں تعلیمات دین کو وسیع پیمانے پر اشاعت و ترویج دینے میں ہی مضمر ہے۔

دین کے خلاف ایک منظّم گھناؤنی سازش

انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ آج کے اس فتنہ پرور دور میں سیاست دان اور حکمران علماء کو اپنے اقتدار کے تحفظ کے لئے استعمال کر کے دین کی عزت و وقار کا جنازہ نکال رہے ہیں۔ وہ جان بوجھ کر فرقہ واریت کے شعلوں کو ہوا دے رہے ہیں تا کہ مختلف فرقوں کے علماء آپس میں فروعی مسائل پر ایک دوسرے سے الجھتے رہیں اور ایک دوسرے کی تضحیک اس حد تک کریں کہ دین کا وقار دلوں سے اٹھ جائے۔ ظاہر ہے کہ جب علماء مذاق و تضحیک کا نشانہ بنیں گے تو پھر معاشرے میں سے دین کا احترام اٹھ جائے گا اور عین ممکن

ہے وہ وقت آجائے جب دین کا نام لینے والا اس معاشرے میں کوئی باقی نہ رہے۔ (معاذ اللہ)

یہ حقیقت ہمیشہ پیش نظر رہنی چاہئے کہ اسلام کے خلاف انتہائی منظم طریقے سے گھناؤنی سازش ہو رہی ہے جس میں ہمارے سادہ لوح علماء مہروں کے طور پر استعمال کئے جا رہے ہیں۔ یہ قرآن کا ارشاد ہے کہ اللہ کے بندوں پر فرشتے اترتے ہیں ہم نے تو کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا ہم سے خطا کار نا کارہ اور سیاہ حال لوگ تو کسی قطار و شمار میں نہیں مگر کچھ اللہ کے بندے وہ بھی تو ہوتے ہیں جن کے بارے میں قرآن کا کہنا ہے کہ دین میں استقامت اور ثابت قدمی دکھانے کی صورت میں ان پر بارگاہ خداوندی سے بشارت دینے کے لئے فرشتے اترتے ہیں۔ یہ کوئی انبیاء علیہم السلام کی بات نہیں ہو رہی کہ ان پر تو جبرائیل امین علیہ السلام اور دیگر مقرب فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔

تحریک کے متعلق ابلیسی قوتوں کی بدگمانیاں

تحریک منہاج القرآن کے حوالے سے مصطفوی انقلاب کے بارے میں فتنہ پرور لوگ ہزار وسوسے دلوں میں ڈالتے رہے ہیں اور ڈالتے رہیں گے، مصطفوی انقلاب کے مشن سے بدظن کرنے کے لئے وہ طرح طرح کی فتنہ پردازی بھی کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ تاریخ گواہ ہے جب بھی اسلام کے احیاء، امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ اور ایک ہمہ گیر انقلاب بپا کرنے اور معاشرے میں اصلاح احوال کے لئے کسی تحریک نے جنم لیا تو وہ قوتیں جو امت مسلمہ کے احوال میں تبدیلی، اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور عظمت و شوکت اسلام کا خواب شرمندہ تعبیر ہوتے نہیں دیکھ سکتیں، اسلام کے احیاء سے خوفزدہ ہیں اور نہیں چاہتیں کہ افق عالم پر اسلام ایک عظیم قوت بن کر ابھرے اور وہ مختلف طریقوں سے اس تحریک کو اپنی منزل کی طرف بڑھنے سے روکتی ہیں اور ہر سطح پر ہر حربہ استعمال کر کے اسے دبانے کی کوشش

کرتی ہیں۔ مختلف حیلوں، بہانوں سے احیاءِ اسلام اور غلبہ دین حق کی بحالی کی اس تحریک کے خلاف رکاوٹیں کھڑی کرتی ہیں' مزاحمت کرتی ہیں' مخالفتوں کے طوفان اٹھ کھڑے ہوتے ہیں' تحریک کے خلاف زہر اگلا جاتا ہے' عوام وخواص کے ذہنوں میں غلط فہمیاں پیدا کر کے فتنہ وشر پیدا کیا جاتا ہے۔ اجارہ دار طبقات بھی نہیں چاہتے کہ معاشرے میں ان کی اجارہ داریاں ختم ہو جائیں۔ چنانچہ وہ بھی سماج کے ان منفی عناصر کے ساتھ مل کر اس اصلاحی اور انقلابی تحریک کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں۔ اس کے تصورات مسخ کرتے ہیں' مخلوق خدا کو اس ابھرتی ہوئی تحریک سے دور رکھنے کے لئے ہر ہتھکنڈا استعمال کرتے ہیں' یہ ابلیسی اور بدی کی قوتیں نہیں چاہتیں کہ نیکی انقلاب بنے اور نظام خیر بن کر پورے معاشرے پر چھا جائے' ایک تحریک بن کر ابھرے اور ایک قوت کی شکل اختیار کر کے بدی اور ظلم کے وجود کو نیست و نابود کر دے' منافقت ختم کر کے عدل و انصاف اور حق و صداقت پر مبنی نظام رائج کرے۔

شیطان کی وسوسہ اندازیوں اور فتنہ طرازیوں کے باوصف ہمیں سفر انقلاب جاری رکھنا ہے چاہے حالات کیسے ہی ہوں' انقلاب تو تب ہی آئے گا جب اللہ اور صاحب گنبد خضریٰ کو منظور ہوگا۔ اس کا تعین ہمیں نہیں کرنا ہمارا کام تو راستے کا تعین کرنا ہے اور اپنے اللہ سے یہ عہد کرنا ہے کہ ہمارا جینا اور ہمارا مرنا مصطفوی انقلاب کے لئے ہوگا۔ شیطان تو وسوسے ڈالتا رہے گا تاکہ تمہاری ہمتیں پست ہو جائیں' تمہارے قدم ڈگمگا جائیں اور تم گھبرا کر مصطفوی انقلاب کے راستے سے ہٹ جاؤ لیکن تمہیں جان لینا چاہئے کہ تم حق کی راہ پر چل رہے ہو اس لئے اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ حق کی راہ پر چلنے والوں کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتا بلکہ اس کی مدد اور نصرت ہمیشہ ان کے شامل حال رہتی ہے۔

عشق اور عقل کا موازنہ

ارشاد ربانی تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ کی رو سے فرشتے مردانِ حق کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں کہ دیکھو راہ حق سے پیچھے نہ ہٹنا' اس پر ڈٹے رہنا۔ تمہیں راستے میں پیش آنے والی رکاوٹوں اور مزاحمتوں کو خاطر میں نہیں لانا ہے بلکہ رضائے مصطفیٰ ﷺ اور مولا کے کرم پر نظر رکھنی ہے تم عشق کے سوداگر ہو تمہیں اپنی زندگی اور سب کچھ حضور اکرم ﷺ کے ایک دلآویز تبسم کے لئے داؤ پر لگا دینا ہے اور انجام کے بارے میں نہیں سوچنا اس لئے کہ یہ عقل ہی ہے جو سوچتی رہتی ہے اور عشق بغیر سوچے سمجھے' بلا خوف و خطر آتش نمرود میں بھی کود جاتا ہے گویا بقول اقبالؒ:

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

عشق کا مشرب و مذہب ہی یہ نہیں کہ اگر میں نے یوں کیا تو کیا بنے گا؟ اس کی تو سوچ ہی یہ ہے کہ گزر جاؤ، آگے جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ یہ عقل ہی ہے جو کام کرنے سے پہلے ہزار بار سوچتی ہے۔ صحابہ کرام اور ہمارے اسلاف عشق والے تھے کہ وہ لوگ عقل کی نہیں عشق کی رہبری کو تسلیم کرتے تھے۔ ان صحرانوردوں کی راہ میں سمندر بھی آ جاتا تھا تو وہ اس میں بے خوف و خطر گھوڑے دوڑا دیتے تھے۔

جیسا کہ ہم نے کہا تھا کہ یہ دنیا امتحان گاہ ہے' جس طرح شیطان کے قبیلے ہیں جو بدی کا ساتھ دینے والوں کے ہمراہ ان اللہ کے بندوں کے خلاف محاذ آرا ہیں جو نیکی کا علم اٹھائے رکھتے ہیں۔ اسی طرح ملائکہ کے قبیلے ہیں جو مردان حق کو اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کی نوید دینے کے لئے قطار اندر قطار اترتے ہیں۔ نیکی اور بدی کی اس جنگ میں فرشتوں کا نیکی کا ساتھ دینے والوں کے لئے اترنا کوئی بعید از قیاس و فہم نہیں' کسی نے کیا خوب کہا ہے:

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

فروغ نیکی کی تحریک

تحریک منہاج القرآن اور اس کی ذیلی تنظیمیں مصطفوی انقلاب کے مشن کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے میدان عمل میں کود پڑی ہیں۔ نیکی اور بدی کی اس جنگ میں ان کی دعوت یہ ہے کہ لوگو اپنے حوصلوں کو پست نہ ہونے دو اور ہر حال میں نیکی کا علم سربلند رکھو' اس کے لئے کسی قسم کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہ کرو۔ ثابت قدمی اور استقامت کے ساتھ اللہ کے فضل و کرم اور حضور نبی کریم ﷺ کی توجہات و عنایات کے بھروسہ پر منزل مقصود کی طرف بڑھتے چلے جاؤ۔ بری کے نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکو' غلبہ دین حق کی اس جدوجہد میں تمہارا مستقبل روشن و تاباں ہے۔ دینوی و اخروی، فوز و فلاح کا اس میں سامان ہے۔